خواجہ حسن نظامی
(۱۸۷۹ء۔۱۹۵۵ء)

اصل نام ''سیّد علی حسن'' تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ کی اولاد میں سے تھے اور ساری زندگی خواجہ نظام الدّین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے زیرِ سایہ گزاری۔ درگاہ کے متوّلی تھے۔ انھوں نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ کتب بینی کا شوق تھا، اپنی ہمّت اور شوق سے پڑھا۔ شروع میں کتابیں بیچتے تھے پھر کتابیں لکھیں، رسالوں کے ''مدیر'' ہوئے اور ساری زندگی تصنیف و تالیف میں گزاری۔ انھوں نے بے شمار مضامین، پمفلٹ اور کتابیں لکھیں۔ موضوعات کا تنوع ان کا خاصہ تھا۔ روحانیات اور مذہبیات سے لے کر عملی زندگی اور تراکیب و نسخوں سمیت انھوں نے ہر موضوع پر لکھا لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور مغلیہ خاندان کی بربادی ان کے خاص موضوعات تھے۔ ان کی اہم کتابوں میں: ''بیگمات کے آنسو''، ''سی پارۂ دل''، ''غدرِ دہلی کے افسانے'' اور ''مضامینِ حسن نظامی'' زیادہ مشہور ہیں۔

خواجہ حسن نظامی کا شمار اُردو کے منفرد اور صاحبِ طرز انشا پردازوں میں ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں میں سادگی، روانی اور تاثیر کی خصوصیات نمایاں ہیں۔ وہ اپنے دور کی دہلی کی رواں، شستہ اور صاف زبان استعمال کرتے ہیں جس میں وہ بے تکلفی لیکن چستی اور موزونیت سے کام لے کر سوز و گداز کا عنصر پیدا کر دیتے ہیں۔

خواجہ حسن نظامی کو مضمون نویسی اور انشائیہ نگاری میں خاص ملکہ اور مقام حاصل تھا۔ انھوں نے نہایت ہی منفرد، انوکھے اور دل چسپ موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ خواجہ حسن نظامی معمولی چیز کو موضوع بنا لیتے ہیں اور اپنے اسلوبِ تحریر اور منفرد، متنوع پہلوؤں سے اس میں نئی دلچسپیاں اور انوکھے زاویے پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ بات سے بات پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا انداز ایک کھلے ذہن، کھلے دل اور وسیع المشرب نقطۂ نظر رکھنے والے صوفی کا ہے۔

Web version of PECTAA
Not for Sale

سبق: ۴

فاقہ میں روزہ

(تاج دارِ دہلی کے ایک کُنبے کا فسانہ)

تدریسی مقاصد:

- طلبہ کے ادبی ذوق کی تربیت کرنا۔
- طلبہ کے سماجی، سیاسی اور اخلاقی شعور میں اضافہ کرنا۔
- ''فاقہ میں روزہ'' جیسے مضامین سماجی مسائل اور غربت کی حالت کو بیان کرتے ہیں، خواجہ حسن نظامی کے مقصدِ تحریر کو سمجھنا۔
- طلبہ میں ہمدردی اور دوسروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے کی ترغیب پیدا کرنا۔

جب دہلی زندہ تھی اور ہندوستان کا دل کہلانے کا حق رکھتی تھی، لال قلعہ پر تیموریوں کا آخری نشان لہرا رہا تھا۔ انھی دنوں کا ذکر ہے کہ مرزا سلیم بہادر (جو ابوظفر بہادر شاہ کے بھائی تھے) اپنے مردانہ مکان میں بیٹھے ہوئے دوستوں سے بے تکلفانہ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں زنان خانہ سے ایک لونڈی باہر آئی اور ادب سے عرض کیا کہ حضور! بیگم صاحبہ یاد فرماتی ہیں۔ مرزا سلیم فوراً محل میں چلے گئے اور تھوڑی دیر میں مغموم واپس آئے۔ ایک بے تکلف ندیم نے عرض کیا: ''خیر باشد! مزاجِ عالی مکدّر پاتا ہوں۔'' مرزا نے مسکرا کر جواب دیا: ''نہیں کچھ نہیں۔ بعض اوقات اماں حضرت خواہ مخواہ ناراض ہو جاتی ہیں۔ کل شام کو افطاری کے وقت تھمن خان گویا گا رہا تھا اور میرا دل بہلا رہا تھا۔ اس وقت اماں حضرت قرآن شریف پڑھا کرتی ہیں۔ اُن کو یہ شورغل ناگوار معلوم ہوا۔ آج ارشاد ہوا ہے کہ رمضان میں گانے بجانے کی محفلیں بند کر دی جائیں۔ بھلا میں اس تفریحی عادت کو کیوں کر چھوڑ سکتا ہوں۔ ادب کے لحاظ سے قبول تو کر لیا مگر اس پابندی سے جی اُلجھتا ہے۔ حیران ہوں کہ یہ سولہ دن کیوں کر بسر ہوں گے۔''

مصاحب نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا: ''حضور! یہ بھی کوئی پریشان ہونے کی بات ہے۔ شام کو افطاری سے پہلے جامع مسجد تشریف لے چلا کیجیے۔ عجب بہار ہوتی ہے۔ رنگ برنگ کے آدمی، طرح طرح کے جمگھٹے دیکھنے میں آئیں گے۔ خدا کے دن ہیں، خدا والوں کی بہار بھی دیکھیے۔''

مرزا نے اس صلاح کو پسند کیا اور دوسرے دن مصاحبوں کو لے کر جامع مسجد پہنچے۔ وہاں جا کر عجب عالم دیکھا۔ جگہ جگہ حلقہ بنائے لوگ بیٹھے ہیں۔ کہیں قرآن شریف کے دَور ہو رہے ہیں۔ رات کے قرآن سنانے والے حُفّاظ آپس میں ایک دوسرے کو قرآن سنا رہے ہیں۔ کہیں مسائلِ دین پر گفت گو ہو رہی ہے۔ دو عالم کسی فقہی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں اور بیسیوں آدمی اِرد گرد بیٹھے مزے سے سُن رہے ہیں۔ کسی جگہ توجُّہ اور مراقبے کا حلقہ ہے۔ کہیں کوئی صاحب وظائف میں مشغول ہیں۔ الغرض مسجد میں چاروں طرف اللہ والوں کا ہجوم ہے۔

كُلُّ جَدِيدٍ لَذِيذٌ۔[1] مرزا کو یہ نظارہ نہایت پسند آیا اور وقت بہت لُطف سے کٹ گیا۔ اتنے میں افطار کا وقت قریب آیا۔

(۱) ہر نئی چیز مزے دار معلوم ہوتی ہے۔

Web version of PECTAA Not for Sale

سیکڑوں خوان افطاری کے آنے لگے اور لوگوں میں افطاریاں تقسیم ہونے لگیں۔ خاص محل سلطانی سے متعدد خوان مکلف چیزوں سے آراستہ روزانہ جامع مسجد میں بھیجے جاتے تھے تاکہ روزہ داروں میں افطاری تقسیم کی جائے۔ اس کے علاوہ قلعہ کی تمام بیگمات اور شہر کے سب اُمرا علیحدہ سے افطاری کے سامان بھیجتے تھے، اس لیے ان خوانوں کی گنتی سیکڑوں تک پہنچ جاتی تھی۔ چوں کہ ہر امیر کوشش کرتا تھا کہ اس کا سامانِ افطاری دوسروں سے بڑھ کر رہے، اس لیے ریشمی رنگ برنگ کے خوان پوش اور ان پر مقیشی جھالریں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہوتی تھیں اور مسجد میں ان کی عجب آرائش ہو جاتی تھی۔

مرزا کے دل پر اس دینی چرچے اور شان و شوکت نے بڑا اثر ڈالا اور اب وہ برابر روزانہ مسجد میں آنے لگے۔ گھروں میں وہ دیکھتے کہ سیکڑوں فقرا کو سحری اور اوّل شب کا کھانا روزانہ شہر کی خانقاہوں اور مسجدوں میں بھجوایا جاتا تھا، یہ دن ان کے گھر میں بڑی برکت اور چہل پہل کے معلوم ہوتے تھے۔

مرزا سلیم کے ایک بھانجے مرزا شہ زور نوعمری کے سبب اکثر اپنے ماموں کی صحبت میں بے تکلف شریک ہوا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک تو وہ وقت تھا جو آج خواب و خیال کی طرح یاد آتا ہے اور ایک وہ وقت آیا کہ دہلی زیر و زبر ہو گئی۔ قلعہ برباد کر دیا گیا۔ امیروں کو پھانسیاں مل گئیں۔ ان کے گھر اُکھڑ گئے۔ ان کی بیگمات ماماگیری کرنے لگیں اور مسلمانوں کی سب شان و شوکت تاراج ہو گئی۔ اس کے بعد ایک دفعہ رمضان شریف کے مہینے میں جامع مسجد جانے کا اتفاق ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جگہ جگہ چولھے بنے ہوئے ہیں۔ سپاہی روٹیاں پکا رہے ہیں۔ گھوڑوں کے دانے دلے جا رہے ہیں۔ گھاس کے انبار لگے ہوئے ہیں اور شاہجہاں کی خوب صورت اور بے مثل مسجد اصطبل نظر آتی ہے اور پھر جب مسجد واگزاشت ہو گئی اور سرکار نے اس کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا تو رمضان ہی کے مہینے میں پھر جانا ہوا۔ دیکھا کہ چند مسلمان میلے کچیلے پیوند لگے کپڑے پہنے بیٹھے ہیں۔ دو چار قرآن شریف کا دور کر رہے ہیں اور کچھ اسی پریشان حالی میں بیٹھے وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ افطاری کے وقت چند آدمیوں نے کھجوریں اور دال سیو بانٹ دیے۔ کسی نے ترکاری کے قتلے تقسیم کر دیے۔ نہ وہ اگلا سا سماں، نہ وہ اگلی سی چہل پہل، نہ وہ پہلی سی شان و شوکت۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بیچارے فلک کے مارے چند لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آج کل کا زمانہ بھی دیکھا جب کہ مسلمان چاروں طرف سے دب گئے ہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان تو مسجد میں نظر ہی کم آتے ہیں۔ غریب غربا آئے تو ان سے رونق کیا خاک ہو سکتی ہے۔ پھر بھی غنیمت ہے کہ مسجد آباد ہے۔ اگر مسلمانوں کے افلاس کا یہی عالم رہا تو آیندہ خبر نہیں کیا نوبت آئے۔

مرزا شہ زور کی باتوں میں بڑا درد اور اثر تھا۔ ایک دن میں نے ان سے غدر کا قصہ اور تباہی کا فسانہ سننا چاہا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور اس کے بیان کرنے میں عذر و مجبوری ظاہر کرنے لگے، لیکن جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو اپنی دردناک کہانی اس طرح سنائی:

جب انگریزی توپوں نے، کرچوں اور سنگینوں نے، چکمانہ توڑ جوڑ نے، ہمارے ہاتھ سے تلوار چھین لی، تاج سر سے اُتار لیا، تخت پر قبضہ کر لیا، شہر میں آتش ناک گولیوں کا مینھ برس چکا، سات پردوں میں رہنے والیاں بے چادر ہو کر بازار میں اپنے وارثوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کو دیکھنے نکل آئیں، چھوٹے بن باپ کے بچے ابا ابا پکارتے ہوئے بے یار و مددگار پھرنے لگے، حضور ظلِ سبحانی جن پر ہم سب کا سہارا تھا، قلعہ چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ اس وقت میں نے بھی اپنی بوڑھی والدہ، کم سن بہن اور حاملہ بیوی کو ساتھ لے کر اور اُجڑے قافلے کا

سالار بن کر گھر سے کُوچ کیا۔

ہم لوگ دو رتھوں میں سوار تھے۔ سیدھے غازی آباد کا رُخ کیا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ راستہ انگریزی لشکر کی جولان گاہ بنا ہوا ہے، اس لیے شاہدرہ سے واپس ہو کر قطب صاحب چلے اور وہاں پہنچ کر رات کو آرام کیا۔ اس کے بعد صبح آگے روانہ ہوئے۔ چھتر پور کے قریب گوجروں نے حملہ کیا اور سب سامان لُوٹ لیا مگر اتنی مہربانی کی کہ ہم کو زندہ چھوڑ دیا۔ وہ لق و دق جنگل، تین عورتوں کا ساتھ اور عورتیں بھی کیسی! ایک بڑھاپے سے لاچار، دو قدم چلنا دوبھر۔ دوسری بیمار اور حاملہ۔ تیسری دس برس کی نادان لڑکی۔ عورتیں روتی تھیں اور بَین کر کر کے روتی تھیں۔ میرا کلیجہ ان کے بین سے پھٹا جاتا تھا۔ والدہ کہتی تھیں: الٰہی ہم کہاں جائیں۔ کس کا سہارا ڈھونڈیں۔ ہمارا تاج و تخت تو لُٹ گیا، ٹُوٹو ٹا بوریا اور امن کی جگہ تو دے۔ اس بیمار پیٹ والی کو کہاں لے کر بیٹھوں؟ اس معصوم بچّی کو کس کے حوالے کروں؟ جنگل کے درخت بھی ہمارے دشمن ہیں۔ کہیں سایہ نظر نہیں آتا۔ بہن کی یہ کیفیت تھی کہ وہ سہمی ہوئی کھڑی تھی اور ہم سب کا منھ تکتی تھی۔ مجھ کو اس کی معصومانہ بے کسی پر بڑا ترس آتا تھا۔ آخر مجبوراً میں نے عورتوں کو دلاسا دیا اور آگے چلنے کی ہمت بندھائی۔ گاؤں سامنے نظر آتا تھا۔ غریب عورتوں نے چلنا شروع کیا۔ والدہ صاحبہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی تھیں اور سر پکڑ کر بیٹھ جاتی تھیں اور جب وہ یہ کہتیں: ”تقدیر ان کو ٹھوکریں کھلواتی ہے جو تاج وروں کے ٹھوکریں مارتے تھے۔ قسمت نے ان کو بے بس کر دیا جو بے کسوں کے کام آتے تھے۔ ہم چنگیز کی نسل ہیں جس کی تلوار سے زمین کانپتی تھی۔ ہم تیمور کی اولاد ہیں جو ملکوں کا اور شہر یاروں کا شاہ تھا۔ ہم شاہجہاں کے گھر والے ہیں جس نے ایک قبر پر جواہر نگار بہار دکھا دی اور دنیا میں بے نظیر مسجد دہلی کے اندر بنا دی۔ ہم ہندوستان کے شہنشاہ کے کنبہ میں ہیں۔ ہم عزّت والے تھے۔ زمین میں ہمیں کیوں ٹھکانا نہیں ملتا؟ وہ کیوں سرکشی کرتی ہے؟ آج ہم پر مصیبت ہے۔ آج ہم پر آسمان روتا ہے۔“ تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ القصہ بہ ہزار دِقّت و دشواری گرتے پڑتے گاؤں میں پہنچے۔ یہ گاؤں مسلمان میواتیوں کا تھا۔ انھوں نے ہماری خاطر کی اور اپنی چوپاڑ میں ہم کو ٹھہرا دیا۔

کچھ روز تو ان مسلمان گنواروں نے ہمارے کھانے پینے کی خبر رکھی اور چوپاڑ میں ہم کو ٹھہرائے رکھا، لیکن کب تک یہ بار اٹھا سکتے تھے۔ اُکتا گئے اور ایک دن مجھ سے کہنے لگے: ”میاں جی! چوپاڑ میں ایک برات آنے والی ہے۔ تُو دوسرے چھپر میں چلا جا اور رات دن ٹھالی (بے کار) بیٹھے کیا کرے ہے۔ کچھ کام کیوں نہیں کرتا؟“ میں نے کہا: ”بھائی! جہاں تم کہو گے وہیں جا پڑیں گے۔ ہمیں چوپاڑ میں رہنے کی ہوس نہیں ہے۔ جب فلک نے عالی شان محل چھین لیے تو اس کچے مکان پر ہم کیا ضد کریں گے اور رہی کام کرنے کی بات، سو میرا جی تو خود گھبراتا ہے، خالی بیٹھے بیٹھے طبیعت اُکتائی جاتی ہے۔ مجھ کو کوئی کام بتاؤ، ہو سکے گا تو آنکھوں سے کروں گا۔“

ان کا چودھری بولا: ”ہم نے گے بیرا (ہمیں کیا خبر) کہ تم گے کام (کیا کام) کر سکے ہے۔“ میں نے جواب دیا، ”میں سپاہی زادہ ہوں۔ تیغ و تفنگ چلانا میرا ہنر ہے، اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں جانتا۔“ گنوار ہنس کر کہنے لگے، نہ بابا یہاں تو ہل چلانا ہوگا۔ گھاس کھودنی پڑے گی۔ ہم نے تلوار کے ہنر کیا کرنے ہیں۔ گنوار کے اس جواب سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور جواب دیا: ”بھائیو! مجھ کو تو ہل چلانا اور گھاس کھودنی نہیں آتی۔“ مجھ کو روتا دیکھ کہ گنواروں کو رحم آ گیا اور بولے: ”اچھا! تُو ہمارے کھیت کی رکھوالی کیا کر اور تیری عورتیں ہمارے گاؤں کے کپڑے سی دیا کریں۔ فصل پر تجھ کو اناج دے دیا کریں گے جو تجھ کو برس دن کو کافی ہوگا۔“

Web version of PECTAA Not for Sale

چناں چہ یہی ہُوا کہ میں سارا دن کھیت پر جانور اُڑایا کرتا تھا اور گھر میں عورتیں کپڑے سیتی تھیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بھادوں کا مہینا آیا اور گاؤں میں سب کو بخار آنے لگا۔ میری اہلیہ اور بہن کو بھی بخار نے آن دبایا۔ وہ گاؤں، وہاں دوا اور حکیم کا کیا ذکر، خود لوٹ پوٹ کر اچھے ہو جاتے ہیں، مگر ہم کو دواؤں کی عادت تھی۔ سخت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اسی حالت میں ایک دن اس زور کی بارش ہوئی کہ جنگل کا نالہ چڑھ آیا اور گاؤں میں کمر کمر پانی ہو گیا۔ گاؤں والے تو اس کے عادی تھے لیکن ہماری حالت اس طوفان کے سبب مرنے سے بدتر ہو گئی۔ چوں کہ پانی ایک دفعہ ہی رات کے وقت گھس آیا تھا، اس لیے ہماری عورتوں کی چارپائیاں بالکل ہی غرقِ آب ہو گئیں اور عورتیں چیخیں مارنے لگیں۔ آخر بڑی مشکل سے چھپر کی بلّیوں میں دو چارپائیاں اُڑا کر عورتوں کو ان پر بٹھایا۔ پانی گھنٹا بھر میں اُتر گیا مگر غضب یہ ہوا کہ کھانے کا اناج اور اوڑھنے بچھانے کے کپڑے تر کر گیا۔ پچھلی رات میری بیوی کے دردِ زہ شروع ہوا اور ساتھ ہی جاڑے سے بخار بھی لایا۔ اُس وقت کی پریشانی بس بیان کرنے کے قابل نہیں۔ اندھیرا گھُپ، مینھ کی جھڑی، کپڑے سب گیلے۔ آگ کا سامان ناممکن۔ حیران تھے، الٰہی! کیا انتظام کیا جائے؟ درد بڑھنا شروع ہوا اور مریضہ کی حالت نہایت ابتر ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ تڑپنے لگی اور تڑپتے تڑپتے جان دے دی۔ بچہ پیٹ ہی میں رہا۔ چوں کہ وہ ساری عمر ناز و نعمت میں پلی تھیں، غدر کی مصیبتیں ہی ان کی ہلاکت کے لیے کافی تھیں۔ خیر اُس وقت تو جان بچ گئی، مگر یہ بعد کا جھٹکا ایسا بڑا لگا کہ جان لے کر گیا۔ صبح ہو گئی۔ گاؤں والوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے کفن وغیرہ منگوا دیا اور دوپہر تک یہ محتاج شہزادی گورِ غریباں میں ہمیشہ کے لیے جا سوئی۔

اب ہم کو کھانے کی فکر ہوئی کیوں کہ اناج سب بھیگ کر سڑ گیا تھا۔ گاؤں والوں سے بھی مانگتے ہوئے لحاظ آتا تھا۔ وہ بھی ہماری طرح اس مصیبت میں گرفتار تھے، تاہم بے چارے گاؤں کے چودھری کو خود ہی خیال ہوا اور اس نے قطب صاحب سے ایک روپے کا آٹا منگوا دیا۔ وہ آٹا نصف کے قریب خرچ ہوا ہوگا کہ رمضان شریف کا چاند نظر آیا۔ والدہ صاحبہ کا دل بہت نازک تھا۔ وہ ہر وقت گزشتہ زمانے کو یاد کیا کرتی تھیں۔ رمضان کا چاند دیکھ کر انھوں نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور چُپ ہو گئیں۔ میں سمجھ گیا کہ ان کو پچھلا زمانہ یاد آ رہا ہے۔ تسلّی کی باتیں کرنے لگا، جس سے ان کو کچھ ڈھارس ہو گئی۔

چار پانچ دن تو آرام سے گزر گئے، مگر جب آٹا ختم ہو چکا تو بڑی مشکل درپیش ہوئی۔ سوال کرتے ہوئے شرم آتی تھی اور پاس ایک کوڑی نہ تھی۔ شام کو پانی سے روزہ کھولا۔ بھوک کے مارے کلیجہ منھ کو آتا تھا۔ والدہ صاحبہ کی عادت تھی کہ اس قسم کی تکلیف کے وقت بیان کر کے بہت رویا کرتی تھیں، مگر آج بڑے اطمینان سے خاموش تھیں۔ ان کی خاموشی و اطمینان سے میرے دل کو بھی سہارا ہوا اور چھوٹی بہن کو جس کے چہرے پر بھوک کے مارے ہوائیاں اُڑ رہی تھیں، دلاسا دینے لگا۔ وہ معصوم بھی میرے سمجھانے پر نڈھال ہو کر چارپائی پر جا پڑی اور تھوڑی دیر میں سو گئی۔ بھوک میں نیند کہاں آتی ہے، بس ایک غوطہ سا تھا۔ اس غوطہ اور ناتوانی کی حالت میں سحری کا وقت آ گیا۔ والدہ صاحبہ اُٹھیں اور تہجد کی نماز کے بعد جن دردناک الفاظ میں انھوں نے دعا مانگی، ان کا نقل کرنا محال ہے۔ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

"ہم نے ایسا کیا قصور کیا ہے جس کی سزا یہ مل رہی ہے۔ رمضان کے مہینے میں ہمارے گھر سے سیکڑوں محتاجوں کو کھانا ملتا تھا اور

Web version of PECTAA Not for Sale

آج ہم خود دانے دانے کو محتاج ہیں اور روزہ پر روزہ رکھ رہے ہیں۔ خداوندا! اگر ہم سے قصور ہوا ہے تو اس معصوم بچی نے کیا خطا کی جس کے منھ میں کل سے ایک کھیل اُڑ کر نہیں گئی۔"

دوسرا دن بھی یوں ہی گزر گیا اور فاقے میں روزہ در روزہ رکھا۔ شام کے قریب چودھری کا آدمی دودھ اور میٹھے چاول لایا اور بولا: "آج ہمارے ہاں نیاز تھی۔ یہ اس کا کھانا ہے اور یہ پانچ روپے زکوٰۃ کے ہیں۔ ہر سال بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری دیا کرتے ہیں، مگر اب کے نقد دے دیا ہے۔"

یہ کھانا اور روپے مجھ کو ایسی نعمت معلوم ہوئے گویا بادشاہت مل گئی۔ خوشی خوشی والدہ کے آگے سارا قصہ کہا۔ کہتا جاتا تھا اور خدا کا شکرانہ بھیجتا جاتا تھا مگر یہ خبر نہ تھی کہ گردشِ فلک نے مرد کے خیال پر تو اثر ڈال دیا لیکن عورت ذات جُوں کی تُوں اپنی قدیمی غیرت داری پر قائم ہے۔ چناں چہ میں نے دیکھا کہ والدہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ باوجود فاقہ کی ناتوانی کے انھوں نے تیور بدل کر کہا:

"تُف ہے تیری غیرت پر۔ خیرات اور زکوٰۃ لے کر آیا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ ارے اس سے مرجانا بہتر تھا۔ اگرچہ ہم مٹ گئے مگر ہماری حرارت نہیں مٹی۔ میدان میں نکل کر مرجانا یا مار ڈالنا اور تلوار کے زور سے روٹی لینا ہمارا کام ہے۔ صدقہ خوری ہمارا شیوہ نہیں ہے۔"

والدہ کی ان باتوں سے مجھے پسینا آ گیا اور شرم کے مارے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ چاہا کہ اُٹھ کر یہ چیزیں واپس کر آؤں مگر والدہ نے روکا اور کہا: "خدا ہی کو یہ منظور ہے تو ہم کیا کریں۔ سب کچھ سہنا ہوگا۔" یہ کہ کر کھانا رکھ لیا اور روزہ کھولنے کے بعد ہم سب نے مل کر کھا لیا۔ پانچ روپے کا آٹا منگوایا گیا جس سے رمضان خیر و خوبی سے بسر ہو گیا۔ اس کے بعد چھے مہینے گاؤں میں رہے۔ پھر دہلی چلے آئے۔ یہاں آ کر والدہ کا انتقال ہو گیا اور بہن کی شادی کر دی۔ انگریزی سرکار نے میری بھی پانچ روپے ماہوار پنشن مقرر کر دی جس پر آج کل زندگی کا انحصار ہے۔

(بیگمات کے آنسو)

Web version of PECTAA Not for Sale

مشق

۱۔ مختصر جواب دیں:

(الف) ''جب دلی زندہ تھی'' سے کیا مراد ہے؟
(ب) ''خیر باشد! مزاجِ عالی مکدر پاتا ہوں۔'' اس جملے کی وضاحت کریں۔
(ج) مرزا سلیم بہادر کون تھے؟
(د) جامع مسجد میں مرزا صاحب نے کیا منظر دیکھا؟
(ہ) مرزا صاحب روزانہ مسجد کیوں آنے لگے؟
(و) مرزا شہ زور کی والدہ کس بات پر ناراض ہوئیں اور اُنھوں نے کیا کہا؟

۲۔ درست جواب کی نشان دہی کریں۔

(i) سبق ''فاقہ میں روزہ'' خواجہ حسن نظامی کی تصنیف سے ماخوذ ہے:
(الف) غدرِ دہلی کے افسانے (ب) سی پارۂ دل (ج) بیگمات کے آنسو (د) مضامینِ حسن نظامی

(ii) سبق ''فاقہ میں روزہ'' اصنافِ ادب کے لحاظ سے ہے:
(الف) ناول (ب) ڈراما (ج) داستان (د) افسانہ

(iii) مرزا شہ زور رشتے میں ابوظفر بہادر شاہ کے تھے:
(الف) بھتیجے (ب) بھانجے (ج) بھائی (د) رضاعی بھائی

(iv) متن کے مطابق جامع مسجد دہلی بنوائی تھی:
(الف) شاہجہان نے (ب) اورنگ زیب عالمگیر نے (ج) ابوظفر بہادر شاہ نے (د) نصیر الدین ہمایوں نے

(v) قلعہ چھوڑتے وقت مرزا شہ زور کے ساتھ تھی:
(الف) والدہ، بہن اور بیوی (ب) بیٹی، بہن اور بیوی (ج) والدہ، بیٹی اور بیوی (د) والدہ، بہن اور بیٹی

۳۔ متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مناسب لفظ کی مدد سے خالی جگہ پر کریں:

(الف) ہم لوگ دو ــــــ میں سوار تھے۔
(ب) حضور ظلِ سبحانی جن پر ہم سب کا سہارا تھا، ــــــ چھوڑ کر باہر نکل گئے۔
(ج) تقدیر ان کو ٹھوکریں کھلواتی ہے جو ــــــ کے ٹھوکریں مارتے تھے۔
(د) وہ معصوم بھی میرے سمجھانے پر ــــــ ہو کر چارپائی پر جا پڑی اور تھوڑی دیر میں سو گئی۔
(ہ) اس غوطہ اور ناتوانی کی حالت میں ــــــ کا وقت آ گیا۔
(و) اس کے بعد چھے مہینے گاؤں میں رہے، پھر ــــــ چلے آئے۔

Web version of PECTAA Not for Sale

۴۔ طلبہ سبق "فاقہ میں روزہ" کے متن کو غور سے پڑھیں اور اسے مختصر مگر جامع انداز میں ایک دوسرے کو سنائیں۔

۵۔ طلبہ جماعت دہم تک مغلیہ حکمرانوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ انھیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے احوال بھی ازبر ہیں۔ اپنی سابق واقفیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہادر شاہ ظفر کی حکومت کے زوال کے اسباب اور نتائج ایک دوسرے کو بتائیں۔

۶۔ دی گئی عبارت کو پڑھیں اور پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیں:

بدعنوانی انگریزی زبان کے لفظ 'کرپشن' کا اُردو ترجمہ ہے۔ ہر وہ برائی جو معاشرے میں کسی بھی قسم کے فساد کا باعث بنے "کرپشن" کہلاتی ہے۔ سود خوری، رشوت ستانی، سفارش، وعدہ خلافی، جھوٹ، ملاوٹ، تعصب، اقربا پروری، بد دیانتی، ہر طرح کی چوری اور دیگر تمام سماجی بُرائیاں کرپشن ہی کے ذیل میں آتی ہیں۔ اگر ہم ایک خوش حال، منظم اور پُرامن معاشرہ چاہتے ہیں تو ان تمام بُرائیوں سے نجات ناگزیر ہے۔ دینِ اسلام نہ صرف تمام قسم کی کرپشن کو ختم کرنے کی تاکید کرتا ہے بلکہ حضور ﷺ کی سیرتِ اقدس ایسے تمام پہلوؤں سے سجی ہوئی ہے جس کی پیروی کر کے تمام معاشرتی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے اور معاشرے کو خوش حال اور مثالی بنایا جاسکتا ہے۔ انسدادِ بدعنوانی کے لیے لازم ہے کہ تعلیم کو عام کر کے معاشرتی شعور کو بیدار کیا جائے۔ جائز و ناجائز اور حلال وحرام کے امتیاز کو لوگوں کے اذہان وقلوب میں بسایا جائے۔ اس کے لیے میڈیا کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم سچے اور پکے مسلمان بن جائیں اور حب الوطنی کے تقاضوں کو پورا کرنے لگیں تو یقیناً ہمارا معاشرہ اور ہمارا ملک تمام برائیوں سے پاک ہوسکتا ہے۔

سوالات:

- بدعنوانی کے لیے انگریزی میں کون سا لفظ مستعمل ہے؟
- عبارت کے مطابق کون کون سی سماجی بُرائیاں بدعنوانی میں شامل ہیں؟
- اسلامی تناظر میں معاشرے کو خوش حال اور مثالی کس طرح بنایا جاسکتا ہے؟
- بدعنوانی کی روک تھام کے لیے معاشرتی شعور کیسے بیدار ہوگا؟
- اس عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

جملے کے اجزا

مبتدا اور خبر: جملے کے دو اجزا ہوتے ہیں:

پہلے جز میں کسی شخص یا شے کا ذکر کیا جاتا ہے اور دوسرے جز میں اس شخص یا شے کے بارے میں کچھ بتایا جاتا ہے۔ قواعد کی رو سے جملے کے اس پہلے جز کو مبتدا اور دوسرے جز کو خبر کہتے ہیں۔ درج ذیل مثالوں میں جملے کے اجزا کی وضاحت پیش کی جارہی ہے:

(الف) بھیڑ اور بھیڑیا، ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔	**مبتدا:** بھیڑ اور بھیڑیا	**خبر:** ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں
(ب) میں اور تم مل کر جائیں گے۔	**مبتدا:** میں اور تم	**خبر:** مل کر جائیں گے
(ج) اچھا آدمی، اچھی بات کہے گا۔	**مبتدا:** اچھا آدمی	**خبر:** اچھی بات کہے گا۔

۷۔ اس سبق میں سے کوئی سے پانچ جملے منتخب کریں اور مبتدا اور خبر کے حوالے سے ان کے اجزا بیان کریں۔

Web version of PECTAA
Not for Sale

۸۔ درج ذیل تراکیب کی وضاحت جملوں میں استعمال کے ذریعے کریں:

خواہ مخواہ، خوان پوش، لہوولہب، بے تکلف ، بے یارومددگار ، لق ودق، بہ ہزار دِقت ودشواری ، نازونعمت

۹۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

خدا خدا کر کے، دل میں گھر کرنا، ڈٹ جانا، دل پاش پاش ہونا،
حالت غیر ہونا، دل میں بدی آنا، سناٹے میں آجانا

۱۰۔ سبق "فاقہ میں روزہ" کا خلاصہ تحریر کریں۔

۱۱۔ سیاق وسباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباس کی تشریح کریں اور حوالۂ متن بھی درج کریں۔

"والدہ کی ان باتوں سے مجھے۔۔۔۔۔۔۔ آج کل زندگی کا انحصار ہے۔"

سرگرمیاں برائے طلبہ:

- خواجہ حسن نظامی کی کتاب "بیگمات کے آنسو" کا مطالعہ کریں۔
- "بیگمات کے آنسو" کے مجموعے میں سے "بنتِ بہادر شاہ" کا مطالعہ کریں اور اس پر باہمی گفت گو کریں۔

برائے اساتذہ کرام:

- طلبہ کو خواجہ حسن نظامی کی شخصیت اور فن سے متعارف کرائیں۔
- طلبہ کو جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔
- طلبہ کو مشقی سوالات اور سرگرمیوں کے حوالے سے رہ نمائی فراہم کریں۔

Web version of PECTAA
Not for Sale